اپنی تربیت کیسے کریں۔ ۳

اپنا ارادہ اور عمل شرط ہے

خرم مراد

(تربیت کے موضوع پر زیر تحریر کتاب کا ایک اور باب)

دنیا میں کامیابیاں ہوں' یا آخرت کی کامرانیاں' دونوں کے لیے اپنی تربیت ناگزیر ہے۔ جنت اپنی تربیت اور تزکیے کے بغیر نہیں مل سکتی۔ اپنی تربیت کرنے اور جنت میں جانے کا یہ راستہ آسان ہے' اور یہ بالکل تمھارے بس اور اختیار میں ہے کہ اپنی تربیت کر سکو' کرو' اور کر لو۔

لیکن اب یہ بات بھی ---- دوسری بات ---- ہمیشہ خوب اچھی طرح یاد رکھو کہ تمھاری تربیت صرف تمھارے اپنے کرنے ہی سے ہو سکتی ہے۔ جو کچھ کرنا ضروری ہے' تم اس کا ارادہ کرو' اسے کرنے کی کوشش کرو' عمل کرو ---- اس کے بغیر تمھاری تربیت کسی طرح ممکن نہیں۔

تمھارا ارادہ اور تمھارا عمل ---- اپنے بس بھر عمل کی پوری کوشش ---- یہی تمھاری تربیت کے لیے پہلی شرط ہے۔ بس یہی چیز اللہ تعالیٰ کو مطلوب ہے' بس اسی پر انھوں نے اپنے سارے انعام و اکرام کا وعدہ کیا ہے۔

تم ارادہ نہ کرو' تربیت کے لیے جو کچھ کرنا تمھاری ذمہ داری ہے' اس کے مطابق عمل نہ کرو' تو اس کا کوئی بدل نہیں' اس کی تلافی کسی طرح نہیں ہو سکتی۔ کوئی چیز تمھارے ارادے اور عمل کی جگہ نہیں لے سکتی۔ کوئی تمھاری جگہ وہ کام نہیں کر سکتا جس کو کرنے کے لیے ذمے داری تمھیں دی گئی ہے۔ تم کچھ سیکھ کر اس پر عمل نہ کرو' یا سیکھنا ہی نہ چاہو' تو کوئی تعلیم و تربیت تمھیں کوئی نفع نہیں پہنچا سکتی۔ اپنے ایمان اور عمل کے علاوہ کوئی چیز نہیں جو تمھیں اللہ تعالیٰ کی مغفرت و رحمت کا مستحق بنا سکے' تمھیں جنت میں لے جا سکے۔

یہی تربیت کا اصل اصول ہے۔ یہ بالکل ظاہر اور روز روشن کی طرح عیاں ہے۔ اتنا بدیہی ہونے کے باوجود' بدقسمتی سے یہی اصول سب سے زیادہ نگاہوں سے اوجھل رہتا ہے' یا ہو جاتا ہے۔ بے شمار تمناؤں اور تاویلات کے پردوں میں چھپ جاتا ہے۔ اس کو بھول کر ہم دسیوں سہاروں کی تلاش میں سرگرداں رہتے ہیں' مگر کوئی بھی سہارا سراب سے زیادہ کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔

تخلیق و امتحان کا تقاضا: عمل کے بدلے کا قانون

غور کرو تو تربیت کا یہ قطعی اور واضح اصول ہمارے مقصد وجود میں مضمر ہے۔ یہ اس امتحان کی بنیاد اور روح ہے' اس کا ناگزیر تقاضا ہے' جس کی خاطر ہمیں پیدا کیا گیا ہے۔ ہمیں حسن عمل کے امتحان میں ڈالا گیا ہے۔ اسی امتحان کے لیے ہم کو اپنے عمل پر اختیار دیا گیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اپنے عمل کے علاوہ ہمیں کسی چیز پر بھی کوئی حقیقی اختیار نہیں دیا گیا ہے۔ اختیار عمل ہی کا تقاضا ہے کہ تربیت کا عمل آسان ہے' اس لیے کہ عمل ہمارے اختیار میں ہے۔ لیکن اسی اختیار اور حسن عمل کے امتحان کا لازمی تقاضا یہ بھی ہوا کہ ہمیں جو کچھ ملے وہ صرف ہمارے ارادہ کرنے اور عمل کرنے کے بدلے میں ملے۔ اللہ کی رحمت ملے تو اسی کے بدلے میں' مغفرت ملے تو اسی کے بدلے میں' اور اس مغفرت و رحمت کی بدولت جنت ملے تو وہ بھی اسی کے بدلے میں۔

اگر ہمارے لیے یہ امکان اور راستہ بھی کھلا ہو تاکہ --- ہم نہ چاہیں' ارادہ نہ کریں' عمل نہ کریں --- پھر بھی کسی اور کے وہ عمل کرنے سے جو ہمارے کرنے کا ہے' کسی کی تعلیم و تربیت سے' کسی کے حکم و اختیار سے ہمارے لیے تربیت اور جنت کی راہ ہموار ہو جاتی تو وہ امتحان ہی بے معنی اور باطل ہو جاتا جس کی خاطر ہمیں پیدا کیا گیا ہے۔

کوئی بھی ہماری جگہ وہ نماز نہیں پڑھ سکتا جو ہمیں پڑھنا ہے۔ وہ روزہ نہیں رکھ سکتا' وہ وعدہ پورا نہیں کر سکتا' مخلوق کی وہ خدمت نہیں کر سکتا' وہ جہاد نہیں کر سکتا' جو کرنا ہمارا کام ہے۔ اور اگر کوئی دوسرا وہ عمل کرے جو ہمیں کرنا ہے --- اس طرح کہ اس میں ہمارا سرے سے کوئی دخل ہی نہ ہو تو --- اس پر عذاب ثواب کے مستحق ہم کیسے ہو سکتے ہیں۔ کوئی ہمیں مجبور کر کے کوئی گناہ کرائے' اور اس میں ہماری خواہش و ارادے کو دخل نہ ہو' تو اس کا وبال ہم پر نہیں۔ **من اکرہ وقلبہ مطمئن بالایمان**' (اس پر کوئی غضب نہیں ' جس پر زبردستی کی گئی ہو (کہ وہ کفر کرے) جبکہ اس کا دل ایمان پر مطمئن ہو۔ اسی طرح کوئی ہم سے اس طرح نیکی کرا لے کہ ہم کرنا نہ چاہتے ہوں' تو اس کا اجر ہمیں کیوں ملنا چاہیے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ پھر کوئی دوسرا ہماری جگہ تربیت کی وہ کوشش کیوں کر کر سکتا ہے' جس کا کرنا ہمارے ہی لیے مقرر کیا گیا ہے۔ یا اگر ہم خود اپنی تربیت کے لیے سعی نہ کریں' تو کسی کی بھی تعلیم و تربیت سے ہمیں فائدہ کیوں

کر پہنچ سکتا ہے۔ خارج سے تربیت کی ہر کوشش ایک بارش کی مانند ہے۔ چٹان پر سے وہ بارش بہہ جاتی ہے، ہر تالاب، ندی، نالہ، دریا اپنے ظرف کے مطابق اس کو حاصل کرتا ہے، ہر زمین اپنی استعداد کے مطابق فصل اگاتی ہے:

یہ اہم ترین بنیادی اصول اللہ تعالیٰ نے یوں بیان کر دیا ہے:

لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ ' (البقرہ ۲:۲۸۶)

انسان جو نیکی خود کمائے، اسی کا پھل اس کے لیے ہے اور جو بدی خود سمیٹے اسی کا وبال اسی پر ہے، اور صرف اسی کو ملے گا۔

۲ پھر اسی اصل اصول کو بڑے اہتمام سے یوں بیان کرتے ہیں، اور اس تاکید کے ساتھ کہ یہ تو وہ اصول ہے جو ازل سے آسمانی صحیفوں میں لکھا چلا آ رہا ہے۔

اَمْ لَمْ يُنَبَّاْ بِمَا فِىْ صُحُفِ مُوْسٰى - وَاِبْرٰهِيْمَ الَّذِىْ وَفّٰى - اَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى - وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى - وَاَنَّ سَعْيَهٗ سَوْفَ يُرٰى - ثُمَّ يُجْزٰىهُ الْجَزَآءَ الْاَوْفٰى (النجم ۵۳: ۳۶-۴۱)

کیا (انسان) کو وہ بات بتا نہیں دی گئی ہے جو موسیٰؑ کے صحیفوں اور اس ابراہیمؑ کے صحیفوں میں بیان ہوئی ہے جس نے وفا کا حق ادا کر دیا؟ یہ کہ کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا، اور یہ کہ انسان کے لیے کچھ نہیں ہے مگر وہ عمل جس کی اس نے سعی کی، اور یہ کہ اس کا عمل اسے عنقریب ضرور دکھایا جائے گا، پھر اس کو پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔

پھر جنت کا حصول --- جو حسن عمل کی آزمایش میں کامیابی کا انعام ہے --- عمل، کوشش، محنت، اور سعی کے ساتھ مشروط کر دیا گیا ہے، اتنی وضاحت اور اتنی کثرت کے ساتھ کہ کسی غلط فہمی کے شائبہ کی بھی گنجایش باقی نہیں رہتی کہ جنت کے راستے پر چلنے کے لیے تربیت، عمل کے علاوہ بھی کسی اور طرح ممکن ہے۔

جَزَآءً بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ، اِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (بدلہ اس کا جو کرتے تھے)، لِلْمُتَّقِيْنَ (جنت تقویٰ رکھنے والوں کے لیے ہے)، اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ (ان کے لیے جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے)، دوڑو جنت کی طرف، مسابقت کرو جنت کی طرف، جنت جیسی چیز ہی کے لیے تو عمل کرنے والوں کو عمل کرنا چاہیے، دوسروں پر بازی لے جانے والوں کو بازی لے جانا چاہیے: یہ وہ لہر ہے جو قرآن میں ہر جگہ موج زن ہے۔

صرف خواہش و تمنا سے، کسی کی نظر اور توجہ کی برکت سے، کسی تقریر و درس کی تاثیر سے، کسی کامل کی صحبت سے، جنت نہیں مل سکتی، اپنی وہ تربیت بھی نہیں ہو سکتی جس کا انعام جنت ہے --- جب تک اپنا

ارادہ نہ ہو' اپنی کوشش نہ ہو۔

کوئی چیز فائدہ نہ دے گی

تم سمجھتے ہو کہ تم ارادہ نہ کرو گے' کوشش نہ کرو گے' انگلی نہ ہلاؤ گے' جب بھی تمھاری تربیت ہو جائے گی۔ نہیں ہو گی۔ تم سمجھتے ہو کہ صرف کتابوں کا مطالعہ کر لو گے' اسٹڈی سرکل میں شرکت کر لو گے' اور تمھاری تربیت ہو جائے گی' نہیں ہو گی۔ ایک دل گداز درس سن لو گے' ایک جذبات انگیز تقریر کانوں میں پڑ جائے گی' ایک تربیتی پروگرام میں شرکت کر لو گے اور تمھاری تربیت ہو جائے گی۔ نہیں ہو گی۔ کسی مرد کامل کی صحبت' نظر' توجہ میسر ہو جائے گی' وہ انگلی پکڑ لے گا اور تمھارا بیڑا پار ہو جائے گا۔ یہ بھی نہیں ہو گا۔ جب تک تم خود نہ چاہو گے' ارادہ نہ کرو گے اور عمل کے راستے پر قدم نہ بڑھاؤ گے' تمھیں کچھ نہیں ملے گا۔ اگر تمھارے بغیر یہ سب کچھ ہو سکتا' اس کے باوجود کہ تم اپنے اختیار سے حسن عمل کرتے' تو امتحان اور جزا و سزا کا نظام بے معنی ہو جاتا۔

اگر تم خود نیک بننے کا ارادہ اور کوشش نہ کرو' تو نبیؐ کی تعلیم' توجہ اور صحبت بھی تمھیں نیک نہیں بنا سکتی' بد بننے سے نہیں روک سکتی۔ انبیا کو بھی کوئی اختیار ایسا نہیں دیا گیا جو تمھارے اختیار سے بالاتر ہو اور اس پر حاوی ہو سکے۔ اِنَّكَ لَا تَهْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ (القصص ۲۸:۵۶) اے نبیؐ' تم جسے چاہو ہدایت نہیں دے سکتے۔ آپؐ کو یہ اختیار نہیں بخشا گیا تھا' نہ یہ ذمہ داری دی گئی تھی' کہ کسی کو' اس کی مرضی کے خلاف' زبردستی ہدایت کے راستے پر چلا دیں۔ لوگ نفاق و کفر لے کر صحبت نبویؐ میں جا کر بیٹھتے تھے' اور گندگیوں کے ساتھ اسی طرح اٹھ کر چلے آتے تھے۔ وَقَدْ دَّخَلُوْا بِالْكُفْرِ وَهُمْ قَدْ خَرَجُوْا بِهٖ (المائدہ ۵:۶۱) حالانکہ کفر لیے ہوئے آئے تھے اور کفر ہی لیے ہوئے واپس گئے۔ انھیں کوئی نفع نہ ہوتا' ان کی کوئی صفائی نہ ہوتی۔

شیطان کا زور

اگر تم خود بد نہ بنو' تو شیطان کی صحبت بھی تمھیں بد نہیں بنا سکتی' اگرچہ شیطان کی صحبت میں تو تم ہر وقت رہتے ہو۔ وہ تمھاری جان کے ساتھ لگا ہوا ہے' خون کے ساتھ گردش کر رہا ہے' ایسی جگہوں سے تمھاری تاک میں ہے جن کا تم کو پتا ہی نہیں' دائیں بائیں آگے پیچھے سے مسلسل نقب لگاتا رہتا ہے۔ لیکن وہ بھی تمھارے ارادے کے خلاف زبردستی تم سے کوئی عمل بد نہیں کرا سکتا۔ اسے کوئی ایسا اختیار تم پر نہیں دیا گیا ہے۔ وہ اپنے عمل پر تمھارے اپنے اختیار کو باطل نہیں کر سکتا۔ بلکہ روز قیامت تو وہ کھڑے ہو کر صاف کہہ دے گا "میرا تم پر کوئی زور اور اختیار تو تھا نہیں' میں نے اس کے سوا کچھ نہیں کیا کہ اپنے راستے کی طرف تم کو دعوت دی اور تم نے میری دعوت پر لبیک کہا۔ اب مجھے ملامت نہ کرو' اپنے آپ ہی کو ملامت کرو (ابراھیم ۱۴:۲۲)

توفیق الٰہی کی دست گیری

توفیق الٰہی کے بغیر تم کچھ نہیں کر سکتے۔ لیکن یاد رکھو کہ توفیق الٰہی بھی اسی وقت تمہارے شامل حال ہو گی اور تمہاری دست گیری کرے گی جب تم خود ارادہ کرو گے اور جنت کے راستے پر قدم آگے بڑھاؤ گے۔ اس بات میں بھی کوئی شبہ نہیں رہنے دیا گیا ہے:

وَیَھْدِیْٓ اِلَیْہِ مَنْ یُّنِیْبُ (الشوریٰ ۴۲:۱۳) اور وہ اپنی طرف آنے کا راستہ اسی کو دکھاتا ہے جو اس کی طرف رجوع کرے۔

وَمَنْ تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاِنَّہٗ یَتُوْبُ اِلَی اللّٰہِ مَتَابًا (الفرقان ۲۵:۷۱) جو شخص توبہ کر کے نیک عملی اختیار کرتا ہے وہ تو اللہ کی طرف پلٹ آتا ہے جیسے کہ پلٹنے کا حق ہے۔

وَاِنِّیْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اھْتَدٰی (طٰہٰ ۲۰:۸۲) البتہ جو توبہ کر لے اور ایمان لائے اور نیک عمل کرے، پھر سیدھا چلتا رہے اس کے لیے میں بہت درگزر کرنے والا ہوں۔

فَاذْکُرُوْنِیْٓ اَذْکُرْکُمْ (البقرہ ۲:۱۵۲) تم مجھے یاد رکھو، میں تمھیں یاد رکھوں گا۔

اَوْفُوْا بِعَھْدِیْٓ اُوْفِ بِعَھْدِکُمْ (البقرہ ۲:۴۰) میرے ساتھ تمھارا جو عہد تھا، اسے تم پورا کرو تو میرا جو عہد تمھارے ساتھ تھا، اسے میں پورا کروں، لَئِنْ شَکَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّکُمْ (ابراھیم ۱۴:۷) اگر شکرگزار بنو گے تو میں تم کو اور زیادہ نوازوں گا۔

گویا تم ارادہ اور عمل کرو گے، تو ساری بشارتیں اور وعدے اس کے ساتھ مشروط ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک پیاری حدیث میں فرماتے ہیں کہ بندہ فرائض ادا کرتا ہے اور یہ سب سے بڑھ کر اللہ کو محبوب ہے، پھر وہ دوڑ دوڑ کر وہ کام بھی کرتا ہے جو اللہ نے فرض نہیں کیے مگر اسے محبوب ہیں۔ جب بندہ یہ روش اختیار کرتا ہے تو اس کی نگاہ، سماعت، ہاتھ پاؤں سب اللہ کی مرضی کے مطابق کام کرتے ہیں۔ لیکن فرائض و نوافل کی ادائیگی تو بہرحال بندے کا کام ہے۔ وہ یہ نہ کرے تو یہ بشارت کیسے نصیب ہو گی۔ ایک اور حدیث میں فرماتے ہیں کہ جو اللہ کی طرف ایک بالشت آگے بڑھتا ہے، اللہ اس کی طرف ایک ہاتھ آگے بڑھتے ہیں، یہاں تک کہ جو چلتا ہوا آتا ہے اللہ اس کی طرف دوڑتے ہوئے آتے ہیں۔ تربیت اور جنت کی طرف راہنمائی کے لیے یہ بے پایاں رحمت دیکھو۔ لیکن یہ رحمت بھی اسی کے لیے ہے جو اپنے ارادے اور کوشش سے ایک بالشت تو بڑھے، ایک قدم تو اٹھائے۔ جو کھڑا ہی رہے، لاپرواہ اور بے نیاز رہے، ہاتھ پر ہاتھ دھرے رکھے---- وہ اس بے پایاں رحمت سے کیا پائے گا۔ شرط تو بندہ کی طرف سے ارادہ اور کوشش کی ہے، باقی تو انتہائی فیاضی کے ساتھ میزبانی اور دوست گیری کا ہر سامان موجود ہے۔

بس ارادہ اور سعی ہی مطلوب ہے

جہاں اس غلط فہمی کی جڑ کاٹ دینا چاہیے کہ تمہارے ارادے اور عمل کے بغیر بھی تمہاری تربیت کا کوئی راستہ ہو سکتا ہے' وہاں یہ بات بھی اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کو نہ عمل میں کمال مطلوب ہے' نہ عمل کی تکمیل مطلوب ہے' نہ عمل میں کامیابی مطلوب ہے--- اس لیے کہ ان میں سے کوئی چیز بھی تمہارے اختیار میں نہیں ہے۔ بلکہ صرف عمل کے لیے اپنی مقدور بھر کوشش اور سعی مطلوب ہے' جو تمہارے اختیار میں ہے۔ ساری کامیابی' قدر دانی اور اجر و انعام صرف اسی سعی پر عطا کرنے کا وعدہ ہے:

مَن اراد الاخرة وسعی لها سعيها وهو مؤمن فاولئک کَانَ سَعْيُهم مشکورا(بنی اسرائیل ۱۷:۱۹)

جس نے آخرت (میں کامیابی) کا ارادہ کر لیا' اور اس کے لیے وہ کوشش کی جو کوشش اس کے لیے کرنا چاہیے---- اور وہ صاحب ایمان ہے--- ایسے لوگوں کی کوشش کو پوری قبولیت و قدر دانی سے نوازا جائے گا۔

یہ آیت' جو قرآن و سنت کی بے شمار تعلیمات پر مشتمل ہے' تربیت کے لیے عمل اور کوشش کے راستے کے بہت سارے فتنوں کی جڑ کاٹ دیتی ہے۔ کبھی تم کو یہ پریشانی لاحق ہو جاتی ہے کہ میرا عمل معیار مطلوب سے بہت نیچے ہے' اس میں بہت نقائص اور کمزوریاں ہیں' یہ بھلا کیسے قبول ہو گا۔ کبھی تم کو یہ فکر ہوتی ہے کہ عمل تو ہے لیکن کیفیات نہیں۔ نماز میں خشوع نہیں' دل میں رقت نہیں' آنکھوں میں نمی نہیں۔ کبھی تشویش ہوتی ہے کہ عمل تو ہے لیکن مطلوب نتائج نظر نہیں آتے۔ نماز پڑھتے ہیں' لیکن فحشا و منکر نہیں چھوٹتے۔ روزہ رکھتے ہیں' مگر تقویٰ حاصل نہیں ہوتا۔ کبھی یہ مایوسی لگ جاتی ہے کہ کامیابی حاصل نہیں ہوتی۔ دعوت دیتے ہیں' کوشش کر رہے ہیں' قربانیاں دے رہے ہیں۔ لوگ مانتے نہیں' دین غالب نہیں ہوتا' اسلامی ریاست قائم نہیں ہوتی۔ پھر ارادوں کا ضعف' تربیت کی ساری کوششوں کے باوجود بے قابو نفس! بار بار مایوسی ہوتی ہے۔ لیکن اگر یہ یاد رہے کہ ان میں سے کوئی چیز بھی--- جن کی فکر پریشان و مایوس کرتی ہے' اور بالآخر عمل ہی ترک کر دینے کے مقام پر پہنچا دیتی ہے--- تربیت میں کامیابی کے لیے' جنت میں جانے کے لیے شرط نہیں' مطلوب نہیں' تو نہ صرف پریشانی اور مایوسی قابو میں آ جائے گی' بلکہ تم کبھی تباہی کے اس کنارے پر نہیں پہنچو گے کہ کوشش اور عمل ہی ترک کر دو۔

ارادہ

ارادے کا ذکر ہم نے بار بار کیا ہے' قرآن مجید میں بھی اس کا ذکر کیا گیا ہے۔ یہ تمہارے اختیار میں ہے۔ یہ تربیت کے لیے شرط ہے۔ یہ تربیت کے لیے بنیادی قوت ہے۔ ارادہ کیا ہے؟

ارادہ محض خواہش کا نام نہیں۔ یہ غلط فہمی بہت عام ہے۔ کہا جاتا ہے: "میں تو بہت چاہتا ہوں کہ فجر

کے وقت آنکھ کھل جائے اور نماز وقت پر پڑھ لوں۔ مگر آنکھ ہی نہیں کھلتی"۔ یہ "چاہنا" وقت پر اٹھ کر نماز پڑھنے کے "ارادے" کے مترادف نہیں۔ ذرا سوچو: اگر صبح صبح متعین وقت پر ہوائی جہاز پکڑنا ہو، یا کسی بہت بااثر آدمی سے ملاقات ہو جس سے اہم حاجت اٹکی ہوئی ہو یا نفع عظیم کی امید ہو، پھر بھی کیا آنکھ نہ کھلے گی، یا اس بات کا کامیاب اہتمام نہ کرو گے کہ آنکھ ضرور کھلے۔ یہ ایک کم درجے کے کام کی عام مثال ہے۔ اسی سے دین کے اور تربیت کے لیے دوسرے ضروری کاموں اور مجاہدوں کا تصور کیا جا سکتا ہے۔

ارادے میں، مراد کی قدر و قیمت اور ضرورت کا یقین شامل ہوتا ہے، اسے کرنے کی یا حاصل کرنے کی چاہت اور محبت شامل ہوتی ہے، شعوری فیصلہ ہوتا ہے، اور ان سب سے مل کر عزم پیدا ہوتا ہے۔ جب قرآن يُرِيدُونَ وَجْهَهُ یا مَنْ كَانَ يُرِيدُ حَرْثَ الْاٰخِرَةِ (وہ اللہ کی خوشنودی کا ارادہ کرتے ہیں، چاہتے ہیں یا جو آخرت کی فصل کا ارادہ کرتے ہیں، چاہتے ہیں) کہتا ہے تو وہ ارادے کا لفظ انھی معنوں میں استعمال کرتا ہے۔

یہ ارادہ کمزور پڑ سکتا ہے، ٹوٹ سکتا ہے، اس کے خلاف آدمی کام کر سکتا ہے، وہ اسے بھول سکتا ہے، لیکن مجموعی طور پر، پہلے قدم پر اور ہمیشہ، رضائے الٰہی، آخرت، جنت اور اپنی تربیت کے لیے یہی ارادہ درکار ہے۔ اور ہر اس کام کے لیے بھی درکار ہے جو دین کی راہ پر چلنے اور اپنی تربیت کرنے کے لیے ضروری ہو۔ یہ ندامت اور شعوری انابت سے ایک لمحے میں دوبارہ استوار ہو سکتا ہے، ضعف کا شکار ہو، یا غفلت اور ٹوٹنے کا۔

یہ ارادہ موجود نہ ہو تو تعلیم و تربیت کی بڑی سے بڑی بارش بھی رائیگاں جائے گی۔ یہ موجود ہو، تو تعلیم و تربیت کی معمولی سی پھوار سے بھی لہلہاتی فصل کھڑی ہو جائے گی۔ بلکہ تعلیم و تربیت، وعظ و تلقین اور مطالعہ و درس نہ بھی میسر ہو تو یہ ارادہ خود ہی سب سے زیادہ موثر و کارگر معلم اور مربی ثابت ہو گا۔ یہ صحیح راہیں بھی دکھائے گا، ان راہوں پر قائم بھی رکھے گا، اور غلط راہوں پر جانے سے بھی روکے گا۔

یہ ارادہ یک سوئی بھی چاہتا ہے اور بالاتری بھی۔ بہ یک وقت اللہ اور غیر اللہ دونوں مقصود نہیں بن سکتے، آخرت اور دنیا دونوں ہدف نہیں بن سکتے۔ تم دو کشتیوں میں سوار ہونا چاہو گے تو کبھی ساحل مراد تک نہ پہنچو گے۔ ہمیشہ ضعف ارادہ اور عزم کی شکست و ریخت کا شکار رہو گے، ڈانواں ڈول رہو گے۔

ارادہ اسی طرح مضبوط اور یک سو ہو سکتا ہے کہ تم ان چیزوں کی انتہائی قدر و قیمت اور اپنے لیے شدید ضرورت پر یقین رکھو جو ارادہ کا مقصود ہیں۔ یعنی اللہ اور جنت اور ان کے حصول کے لیے اپنی تربیت۔ ارادہ اتنا ہی مضبوط اور یک سو ہو گا جتنا یہ یقین مضبوط اور یک سو ہو گا۔ یہ یقین اتنا ہی مضبوط ہو گا جتنا اللہ اور جنت کی محبت اور طلب کا جذبہ مضبوط ہو گا، اور پھر اتنا ہی عزم مضبوط ہو گا۔ اسی لیے کہا گیا ہے کہ اللہ سے، اس کے رسول سے اور اس کی راہ میں جہاد سے ہر چیز سے بڑھ کر محبت کرو۔ اسی لیے قرآن میں جنت کا ذکر

تفصیل سے اور بار بار ہوا ہے۔ اور اس طرح ہوا ہے کہ وہ ایک زندہ متحرک حقیقت بن کر آنکھوں کے سامنے موجود رہتی ہو۔

ہم یہ پہلے بھی بتا چکے ہیں --- اور پھر بتانا چاہتے ہیں --- کہ عمل و کردار کی اصلاح و تعمیر ایک تدریجی اور وقت طلب کام ہے۔ ارادہ کا بننا پلک جھپکتے میں ہو سکتا ہے' اور ہوتا ہے۔ یہ پلک جھپکتے میں ٹوٹ بھی سکتا ہے' لیکن مایوسی کی کوئی بات نہیں: پلک جھپکتے میں واپس بھی آ جاتا ہے۔

سعی

ارادہ ہو تو ناگزیر ہے کہ اس کا ظہور عمل میں ہو۔ جس چیز کا ارادہ ہو اس کی طرف قدم اٹھنے کی صورت میں ہو' قدم نہ اٹھ سکیں تو پیش قدمی کے لیے آمادگی' آرزو اور جستجو کی صورت میں ہو' کم سے کم دل' نگاہوں' توجہ اور زندگی کا رخ مقصود ارادہ اور مرادِ دل کی طرف کر لینے کی صورت میں ہو' چل نہ سکو تو دل چلنے کے لیے بے تاب رہے' آنکھیں منزل پر جمی رہیں' دل منزل کی طرف لپکتا رہے' اور جب ممکن ہو قدم بھی لپک کے چلیں۔ قرآن مجید نے سعی کی ان ساری صورتوں کی تصویر کھینچی ہے: اِنِّیْ وَجَّھْتُ وَجْھِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا میں' "میں نے یک سو ہو کر اپنا رخ اس ہستی کی طرف کر لیا جس نے زمین و آسمانوں کو پیدا کیا ہے' (الانعام ۶:۷۹) اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ میں' "کہو' میری نماز' میرے تمام مراسم عبودیت' میرا جینا اور میرا مرنا سب کچھ اللہ رب العالمین کے لیے ہے (الانعام ۶:۱۶۲)' اِذْ قَالَ لَہٗ رَبُّہٗٓ اَسْلِمْ ' قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ میں' "اس کا حال یہ تھا کہ جب اس کے رب نے اس سے کہا: "مسلم ہو جا" تو اس نے فوراً کہا: میں مالک کائنات کا "مسلم" ہو گیا۔ (البقرہ ۲:۱۳۱)' فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ وَذَرُوا الْبَیْعَ میں' "اللہ کے ذکر کی طرف دوڑو اور خرید و فروخت چھوڑ دو۔ (سورۃ الجمعۃ ۶۲-۹)' اور بے شمار دیگر مقامات پر۔

یاد رکھو کہ سعی سے بڑی بڑی مشکلیں آسان ہو جاتی ہیں۔ ایک شخص سے خواب میں ایک بزرگ نے کہا کہ صبح سب سے پہلے جس چیز پر نگاہ پڑے' اسے اٹھا کر منہ میں رکھ لینا۔ وہ صبح گھر سے باہر نکلا تو نگاہ ایک پہاڑی پر پڑی۔ اس نے ہمت ہار دی۔ پہاڑی کیسے منہ میں رکھی جا سکتی ہے! بزرگ پھر نمودار ہوئے: چلنا تو شروع کرو۔ اس نے چلنا شروع کر دیا۔ جیسے جیسے آگے بڑھتا گیا' پہاڑی چھوٹی ہوتی گئی۔ جب پہاڑی تک پہنچ گیا تو دیکھا کہ وہاں گڑ کی ایک ڈلی تھی۔ اس نے اسے اٹھا کر منہ میں رکھ لیا۔ دین کے' تربیت کے' جن کاموں کو تم مشکل' دشوار اور ناممکن سمجھتے ہو' ان سب کا معاملہ ایسی ہی پہاڑیوں کا ہے۔

یہی سبق اس شخص کے واقعہ سے ملتا ہے' جو رسول اللہؐ نے بیان فرمایا' جس نے ۹۹ قتل کیے تھے۔ وہ ایک عابد کے پاس گیا کہ کیا اب توبہ کی کوئی صورت ہے۔ عابد نے انکار کر دیا۔ اس شخص نے عابد کو بھی قتل

کر دیا۔ پھر ایک عالم کے پاس گیا۔ اس نے کہا، ہاں توبہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔ توبہ کرو۔ لیکن یہ بستی چھوڑ دو، فلانی بستی میں چلے جاؤ جو نیک بستی ہے۔ اس شخص نے توبہ کر کے، نیک بستی کی طرف چلنا شروع کیا۔ راستے میں اسے موت آگئی۔ اس نے مرتے مرتے اپنا سینہ ہی مطلوب بستی کی طرف آگے بڑھا دیا۔ اب رحمت اور عذاب کے فرشتوں میں جھگڑا شروع ہو گیا کہ روح کون لے جائے۔ ایک فرشتے نے آکر فیصلہ دیا کہ فاصلہ ناپ لو، اگر لاش نیک بستی سے قریب ہو تو رحمت کے فرشتے لے جائیں، ورنہ عذاب کے فرشتے۔ اللہ تعالیٰ نے ادھر کی زمین کو حکم دیا کہ پھیل جائے، ادھر کی زمین کو حکم دیا کہ سکڑ جائے۔ اس کے بعد نیک بستی کا فاصلہ ایک بالشت کم نکلا۔ چنانچہ رحمت کے فرشتے اس کی روح لے گئے۔

اس کہانی کے اسباق و اسرار پر ایک کتاب لکھی جا سکتی ہے۔ لیکن مقصود واضح ہے: نیت صادق ہو، ارادہ مضبوط ہو، اور سعی ہو، تو دیکھو اللہ کی رحمت کس طرح دست گیری کرتی ہے اور منزل مراد تک پہنچا دیتی ہے۔

حرف آخر

تو بس یاد رکھو کہ تربیت تمھارے اپنے ارادے اور کوشش سے ہو گی۔ اپنا ارادہ اور کوشش ہو گی تو ہر تربیت مفید ہو گی، اللہ کی بے پایاں رحمت بھی شامل حال ہو گی۔ تم خود اپنی تربیت نہ کرو گے تو کوئی تمھاری مدد نہیں کر سکے گا۔ چلیے، اور چلتے رہنے کے لیے کمر باندھ لو۔ یہی پہلا قدم ہے، یہی آخری قدم ہے۔

ترجمان القرآن کا پیغام عام کرنے میں حصہ لیجیے

۵ یا زاید پرچوں پر ۲۵٪ کمیشن

۲۵ یا زاید پرچوں پر ۳۳٪ کمیشن

ایجنسی حاصل کیجیے شائقین کو پرچہ پہنچایئے

مینیجر ترجمان ، ۵ - اے ذیلدار پارک، اچھرہ، لاہور

فون : ۷۵۸۷۹۱۶ - فیکس : ۷۸ ۳۲۱۹۴